Urdu magazine

- Weekly 'Khalid-i-Kashmir'

ASL-79 - Sadruddin Mujahid (Editor)

- Hazrat Qaidi Azam Sheikh Mohd Abdullah Sher-i-Kashmir ka Tarikhi Bayan

قوم شیخ محمد عبداللہ کا تاریخی بیان

۱۹ اگست 1946

- 1946

- 16 pages.

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۳ ء | ٹیلیفون نمبر ۱۴۴ | تار کا پتہ خالد سرینگر

مالک ومدیر
صدر الدین مجاہد

ہفتہ وار خالدِ کشمیر (سرینگر)

مدیر معاون مسئول
سرکش کاشمیری
چندہ سالانہ صر

جلد نمبر ۹ | اگست ۱۹۴۶ء | نمبر ۳۰

حضرت قائد اعظم شیخ محمد عبداللہ شیر کشمیر

کا

تاریخی بیا[ن]

جو ۳ اگست ۱۹۴۶ء کو عدالت سشن میں ...
شیخ محمد عبداللہ زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) آ...

(۱) میں نے بغاوت کے الزام سے اپنے آپ کو بری الذمہ ہونے کی دلیل پیش کی ہے کیونکہ میرے یقین کے سامنے یہ ایک سماجی جرم ہے۔ میں اس پر قائم ہوں۔ جو کچھ میں نے جموں و کشمیر کے لوگوں کے بنیادی حقوق کے متعلق کہا یا لکھا ہے۔ میری تقاریر کی رپورٹیں اگرچہ تحت اللفظ یا ہو بہو درست نہیں ہیں۔ تاہم وہ واجبی طور پر صحیح ہیں۔ لیکن جب شکایت اور الزام اور چند ٹوٹے پھوٹے فقرات جو سیاق و سباق نہیں رکھتے ہیں۔ اور جو کانٹ چھانٹ سے خالی نہیں۔ ان پر بھروسہ رکھ کر احتمالاً غلط اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ میں یہ اپنے اوپر مہذبانہ بحث و مباحثہ کی اچھائیوں پر منحصر رکھتے ہوئے بیان کرتا ہوں کہ میں نے عوام اور پالیسیوں افراد اور موجودہ طرز حکومت کے درمیان صاف اور سنجیدہ تفاوت رکھی ہے۔ اور میں کہیں کسی کی کسی قسم کی بے توقیری یا جابرانہ [illegible] دینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بہرحال میں نے پالیسیوں اور حکمت عملی [illegible] ساتھ تبدیلی کی تلاش کی۔ اور میں نے جائز اور مہذبانہ طریقوں سے طرز حکومت میں مکمل تبدیلی کی جدوجہد کی۔ کیونکہ یہ انسان کا پیدائشی حق ہے کہ وہ اس قانون کو شکل و صورت دے۔ جس قانون کے سہارے اسکو زندگی بسر کرنیکی ضرورت ہے۔

(۲) میں اس الزام کی بھی تردید کرنا ضروری تصور کرتا ہوں جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ لوگوں نے میری گرفتاری کے بعد جو تشدد کیا۔ اور جس کو میری تقاریر کے نتیجہ پر محمول کیا گیا ہے۔ کیونکہ خالص حقیقت مجھے اس پر سوچنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ کہ نہتے عوام اور ریاست کی مسلح طاقت کے درمیان ایک تشدد انگیز تصادم ہوا ہو۔ میں نے ۱۶ رمئی کے

بعد تقاریر کا سلسلہ ہی بالکل بند کر دینے کا اعلان کیا۔ اور میں ۲۰ مئی کو آل انڈیا سٹیٹس
پیوپلز کانفرنس کے ذمہ وار رہنماؤں کے ساتھ مشورہ کرنے کے لئے دہلی کی طرف جا رہا
تھا۔ مجھے آگے جانے سے روک لیا گیا۔ اور گڈھی کے مقام پر میری گرفتاری عمل میں لائی گئی۔
میری گرفتاری کی اطلاع پاتے ہی قدرتی طور پر عوام نے صدائے احتجاج بلند کی جس کا ظلم و
تشدد سے جواب دیا گیا۔ خانقاہ معلی میں گولیوں کے نشانات اس بات کی خاموش شہادت
ہیں۔ اس کے بعد ہی مسلسل واقعات رونما ہوئے جن کی تلخ یاد ہر ایک کے دل میں تازہ
ہے۔ ابھی بھی اس بے رحمانہ ظلم و تشدد اور تکالیف کی زنجیر میں نئی نئی کڑیاں
جا رہی ہیں۔ استغاثہ کی طرف سے میری گرفتاری کے بعد اور اس کے نتیجہ میں
واقعات کو جوڑ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ مجھے بتایا جاتا ہے کہ یہ میری تقریروں کے
ساتھ تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ اس طرح استغاثہ نے نہایت نرالے ڈھنگ سے
میری اور ہمارے سینکڑوں ساتھیوں کی گرفتاری۔ ملٹری کو عوام پر مسلط کر کے
مسلط کر کے دہشتناک پالیسی کے تحت بیشمار معصوم مردوں اور عورتوں کو
بے عزت اور دہشت زدہ بنانے اور موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے جو
بازدانہ اقدام کرنے میں حکومت کو حق بجانب قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

(۳) مجھے ذاتی ڈیفنس میں دلچسپی نہیں۔ میں اس کو اپنے ذمہ نہیں لے
یہ محسوس نہ کیا ہوتا کہ بغاوت کے سلسلہ میں میرا مقدمہ میرے خلاف ذاتی الزام ہونے
کچھ اور ہی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مقدمہ کاروائی کے لحاظ سے جموں و کشمیر کی عام

کا مقدمہ ہے۔ اگرچہ اس آبادی میں سے کچھ اپنے ناپائیدار ذاتی مفاد سے مطمئن ہیں۔ یا خوف کی وجہ سے وہ کھلے بندوں نہ اس کا اظہار کر سکتے ہیں۔ نہ ہی اس کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ریاست جموں وکشمیر کے لوگ انتہائی غربت اور مفلسی سے دبے ہوئے اور آزادی اور خوش نصیبی کے مواقع سے محروم ہوتے ہوئے گذشتہ سولہ برس کے عرصہ میں میں نے اور جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کے میرے رفقاء جن میں سے بہت سارے آج کل جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے یا جلاوطن ہیں نے ملنساری کے ساتھ ان کی خدمت کرنے کی جستجو کی۔ ہم نے لوگوں کے [illegible] ہوئے حقوق۔ خواہشات اور آزادی کی بڑھتی ہوئی بیداری کو [illegible] ظاہر کرنے کا قصد کیا ہے۔ اور اس قصد کی روک کے لئے تعزیرہ۔ [illegible] دفعات [illegible] حرکت میں آگئے ہیں۔ جہاں قانون جمہور کی مرضی پر مبنی نہیں۔ وہاں جمہوری [illegible] کو دبانے کے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ اس قسم کا قانون اخلاقی [illegible] نہیں رکھتا۔ اگرچہ یہ ہنگامی طور ہی نافذ العمل کیوں نہ ہو۔ اس قانون سے بھی [illegible] جو جمہور کی خواہش کا آئینہ دار ہے۔ اور جو جمہور کی بھلائی کا محافظ [illegible] انصاف کا ایک عدلیہ ہے۔ جو حاکم و محکوم کو ایک ہی ترازو سے [illegible] جس پر طاقتور مطلق العنان مرضی اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ میں بڑی خوشی [illegible] آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ ایسی عدالت کے روبرو میں بھروسہ اور [illegible] ہو سکتا ہوں۔ میں اور میرے رفقائے کار ان تمام دعاوی کا فیصلہ [illegible] پر چھوڑ دیتے ہیں۔ جو دعاوی ہم نے نہ صرف جموں وکشمیر کے

چالیس لاکھ انسانوں بلکہ تمام ہندوستانی ریاستوں کے نو کروڑ تیس لاکھ انسانوں کی
طرف سے پیش کئے ہیں۔ وہ دعاوی کسی خاص طبقہ۔ مذہب یا رنگ کے لوگوں کیلئے
مخصوص نہیں۔ یہ ہر ایک پر یکساں طور حاوی ہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ [illegible]
مجموعی طور ان حدبندیوں سے غیر منقسم ہے۔ اور انسانی حقوق ہمیشہ حاوی [illegible]
مردوں اور عورتوں کے بنیادی حقوق جن کی رُو سے انہیں آزادانہ [illegible]
کرنا اور اپنی سیاسی مجلسی اور اقتصادی تعمیر کے لئے قوانین کا وضع کرنا [illegible] وہ [illegible]
آزادی اور ترقی کے مقصد کو بام عروج پر لے جا سکیں۔ وہ حقوق ان [illegible]
در نظر انداز نہیں کئے جا سکتے۔ اگرچہ عارضی طور پر ان کو سلب بھی کیا [illegible]
ہے کہ حق حکمرانی جمہور کو حاصل ہے۔ اور سیاسی مجلسی اور اقتصادی [illegible]
جمہور کی اجتماعی خواہش ہے [illegible] ریاست اور اس کا سردار عملی [illegible]
حکمرانی کا آئینی دائرہ اور مرکز ہے۔ ریاست کا سردار اس اختیار [illegible]
اپنی خواہشات کی تکمیل اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے اس کو تفویض [illegible]
کا مفہوم جمہوریت ہے۔ جیسے ریاست کے ذرائع اور ابتدائی معاملات پر [illegible]
جمہور کی بھلائی کو وسعت دینے میں کسی قسم کی جماعتی تخصیص نہیں ہونی چاہئے [illegible]
کو یکساں حقوق۔ مراعات اور مواقع حاصل ہونے چاہئیں۔ کسی مصنوعی منافیت کو یہ
اجازت نہ دی جائے کہ وہ افراد۔ جماعت یا فرقہ پر اثر انداز ہونے پائے۔

[illegible] از منہ ماسبق سے کشمیر اپنی دلفریب خوبصورتی۔ لوگوں کے [illegible]

کارناموں اور اس کے صناعوں کے فنون کی وجہ سے تمام دنیا میں مشہور رہا ہے۔ قدرت نے اس سرزمین کو گوناگوں نعمتیں ودیعت کی ہیں۔ اور اسکو ہندوستان کی پیشانی پر دلکش تاج کی صورت میں قائم رکھا ہے۔ اگر دور دراز ملکوں کے لوگ اسکی کشش سے متاثر ہیں۔ تو خیال کیجئے کہ ان لوگوں کے احساسات کیا ہو سکتے ہیں جن کا کشمیر مسکن ہے اور جو اس کی گود میں پلے ہوں۔ اور جنہوں نے اسکی خوبصورتی اور جان بخش ہوا گہرے سانس بھر بھر کر کھائی ہو۔ پھر بھی یہ رومانوی۔ افسانوی اور پر ذرائع سرزمین دہشتناک غلیظ۔ غربت اور مفلسی کے پنجہ میں برابر تکلیف برداشت کر رہی ہے۔ اور فاقہ مستی اور حاجت مندی سے اس کے لوگوں کی خوبصورت آنکھیں بے نور اور چہرے پژمردہ اور بے رونق ہوئے ہیں۔ جب ہم کشمیر کے رہنے والے اس عجیب اور خلاف قیاس منظر کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو ہم دل کی عمیق ترین گہرائیوں کی طرف جاتے ہیں۔ ہماری غلبہ آور خواہش ہمیں یہ المناک نظارہ تبدیل کرنے اور کشمیر کو اپنی قدرتی حالت پر لانے کے لئے انتہائی کوشش کرنے کی محرک بنی ہے۔ اس تقاضے نے ہمیں خطرات اور مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اور یہی وہ تقاضا ہے جس نے آہستہ آہستہ ہمارے لوگوں کو مجبور کر کے بہت حد تک ان کے بوجھ کو ہلکا کر دیا ہے۔ اس مصیبت ناک حقیقت سے متاثر ہو کر جموں و کشمیر کی نیشنل کانفرنس نے کشمیر کی مستقبل کی حکومت کے بارے میں ایک منصوبہ تیار کیا۔ جسمیں اس نے جمہور کے حقوق اور مراعات کا ڈھانچہ ایک منشور کی صورت میں پیش کیا۔ جس کا مقصد آئینی سردار کی موجودگی میں سماج کی

اقتصادی تعمیر کا کھڑا کرنا اور جمہوری طرز کا مکمل ذمہ دار نظام حکومت کا قیام ہے۔
اس منصوبہ کو "نیا کشمیر" کا نام دیا گیا ہے۔ یہ جموں و کشمیر کے عوام کی خواہشات اور بنیادی حقوق کو ظاہر کرتا ہے۔ اور جو باقی ہندوستان اور آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس جس کا کہ مجھے نائب صدر ہونیکا فخر حاصل ہے کے مطالبات اور حکمت عملی کے ساتھ پورا پورا انطباق رکھتا ہے۔ اس کانفرنس کی پالیسی تیار کرنے میں میری شرکت بھی شامل ہے۔ اور میں حسب سابق اس پر برابر قائم ہوں۔

(۵) اس کانفرنس نے اپنی پالیسی میں واضح کیا ہے کہ حکومت برطانیہ یا اس کے نمائندوں اور ریاستوں کے مابین جو پرانے معاہدات ہیں۔ وہ دقیانوسی وضع کے ہیں۔ یہ معاہدے ختم ہونے چاہئیں۔ کانفرنس کی یہ پالیسی تمام معاہدات پر حاوی ہے۔ جن میں معاہدہ امرتسر بھی شامل ہے۔ مؤخر الذکر معاہدہ کچھ خاص اور ناخوش کن پہلو لئے ہوئے ہے۔ جس نے کشمیری عوام اور علاقہ کے لئے ایک قسم کے بیعنامہ کی حیثیت اختیار کی ہے۔ عوام کے ساتھ خرید و فروخت کی چیز کی طرح سلوک روا رکھکر نقد روپیہ کے عوض میں منتقل کرنیکے رد بہ پر ہندو، مسلم اور سکھ کشمیری عوام نے گہری ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ اس نے ان کے قومی وقار کو مجروح کیا ہے۔ عملی طور پر معاہدہ "امرتسر" کی عجیب صورت نے کشمیریوں کے خلاف تمام قسم کی امتیاز پیدا کر دی ہے، نتیجہ کے طور پر ان کے ساتھ ادنیٰ درجہ کے قسم کے لوگوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے۔

(۶) گذشتہ ماہ مارچ میں مختلف واقعات کے انتہائی درجہ پر پہنچنے کی پاداش میں

وزیر اعظم برطانیہ نے مندرجہ ذیل اعلان کیا ہے :-

"میرے ساتھی یہ ارادہ لیکر ہندوستان کی طرف جا رہے ہیں کہ وہ اپنی تمام تر کوششیں زیر کار لاکر بہت جلد پورے امکانات کے ساتھ ہندوستان کو آزادی دلانے میں مدد دیں۔ یہ ہندوستان فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ موجودہ طرز حکومت کو تبدیل کر کے کس قسم کا نظام قائم کرنا چاہتا ہے لیکن ہماری خواہش یہی ہے کہ ہم ایسا فیصلہ کرانے کی غرض سے ایک دستور العمل قائم کرنے میں ہندوستان کی امداد کریں۔ ....

"میں امید کرتا ہوں کہ ہندوستان اور اس کے لوگ برطانوی کامن ویلیتھ (دول مشترکہ) میں ہی رہنا پسند کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا کرنے سے وہ بہت فائدہ حاصل کریں گے ......

"لیکن اگر وہ ایسا ہی انتخاب کرے۔ تو یہ ہندوستان کی ایک آزادانہ خواہش کے تحت ہو، برطانوی کامن ویلیتھ (دول مشترکہ) اور سلطنت بیرونی مجبوری کی زنجیروں سے آپس میں جکڑے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ آزاد لوگوں کی آزاد انجمن ہے۔ اگر بصورت دیگر ہندوستان اپنی خود مختاری کا ہی انتخاب کرتا ہے۔ ہمارے خیال میں ایسا کرنا اس کا حق ہے۔ ممکن طریقوں پہ تبادلوں کو سہل اور آسان بنانے میں امداد دینا ہمارا کام ہے"

اس اعلان سے ہندوستان کی ریاستیں اور باقی ہندوستان اثر پذیر ہوا۔ ریاستی عوام نے محسوس کیا کہ

جہاں ہندوستان کے عوام مجموعی حیثیت میں اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرینگے۔ جسمیں انکے اندرونی اور بین الاقوامی معاملات شامل ہیں۔ وہاں ریاستی عوام کو بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ آزاد ہندوستان کے تیار کردہ وسیع ڈھانچہ کو ملحوظ رکھ کر ریاستوں کے اندر اپنے مستقبل کو زیر غور لائیں۔ صرف یہی ایک معقول۔ مناسب اور پائندہ مطالبہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ برطانوی حکومت کے بیانات کا ناگزیر نتیجہ معلوم ہوتا تھا۔ آل انڈیا اسٹیٹس پیوپلز کانفرنس نے اس مانگ کو صاف طور پر واضح کر دیا۔ اور ریاستی عوام کی طرف سے وہ باہمی تعاون کے ساتھ مستقبل کو شکل دینے پر غور کرتی رہی۔

(۷) یہ ایک واضح امر تھا کہ ریاستوں کے ساتھ طے کئے ہوئے قدیم معاہدات ختم ہونے کو تھے وہ معاہدات کچھ ایسے واقعات ظاہر کر رہے تھے جنہیں عصر جدید اور موجودہ ہندوستان سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ معاہدات ہندوستان اور ریاستوں میں لابدی طور بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ کوئی موافقت نہیں رکھ سکتے۔ اگر اس کا ہونا اس کے آغاز سے واقع ہے۔ تو وزارتی وفد کے ۱۶ مئی سنہ ۱۹۴۶ والے اعلان سے یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت بن گئی۔ اس اعلان میں مذکور تھا کہ آزاد ہندوستان کا آئین نافذ العمل ہوتے ہی اقتدار اعلیٰ اختتام پذیر ہوگا۔ اس کا یہ ایک لابدی نتیجہ تھا کہ اقتدار اعلیٰ کے ساتھ ہی وہ تمام معاہدات۔ سندات اور دیگر اقرار نامے ختم ہوں گے۔ اور برطانوی حکومت کے خاتمہ پر ہمیشہ برطانوی ہند اور ریاستوں کے مابین ایک نیا تعلق پیدا کرنے کیلئے گفت و شنید ہوگی۔ معاہدہ امرتسر کی تنسیخ کا مطالبہ عملاً وزارتی وفد کے اس واضح اعلان سے ہی فیصلہ ہو جاتا تھا۔ ریاست جموں و کشمیر کے آئینی مستقبل کی بناوٹ کا ماخذ وہ قدیم ذریعہ شقہ نہیں ہوسکتا۔ جو ختم ہو رہا تھا۔ اور جس کا فوری خاتمہ لابدی تھا۔

اس بناوٹ کا انحصار ریاستی عوام کی عملی مرضی پر ہے جس سے ریاست کے سردار کی پوزیشن اور اس کے اختیارات کی عطا ہوگی اس حقیقی اور دائمی ذریعہ حکمرانی سے ماخوذ کرنا تھا جو عوام کہلاتے ہیں "کشمیر چھوڑ دو" کی پکار نے اس مطالبہ کو علامت سے ظاہر کیا۔ اور اس کو ایک ایسے نظام حکومت کے خاتمہ کے لئے ٹھوس شکل دی جس کا خاتمہ ہندوستان میں رو بہ عمل ہے۔

(۲) اس اثنا کے دوران کشمیر کے حالات نازک بن گئے۔ حالات کے نازک ہونے سے پہلے یہاں واقعات کا مختصر سا حوالہ دینا ضروری ہے ۱۹۴۴ء میں چند ایک آئینی تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں۔ جو ظاہرا طور نامکتفی تھیں۔ اور اقتضائے حال کو پورا نہ کر سکیں۔ تو بھی ہم نے ان کو اس غرض سے عملی جامہ پہنانے پر اتفاق کیا کہ اس سے مزید تبدیلیاں فوری طور آسان بن جائیں گی۔ بلکہ خاص طور پر ہم نے امید ظاہر کی کہ یہ چیز ہمیں حکمرانی کے نزدیک لا کر اس کے ساتھ تعاون کر کے ضروری تبدیلیاں پیدا کرنے کیلئے رہنمائی کرے گی۔ لیکن ہماری کوششیں ناکام رہیں۔ اور عملاً یہ آئینی تبدیلیاں ایک غیر مفید سایہ میں مبدل کر دی گئیں۔ جموں و کشمیر کے عوام کی ناقابل برداشت شکایات و معروضات نے کوئی ازالہ یا علاج نہیں پایا۔ مختلف درجوں کے جاگیرداروں کی قلیل ترین جماعت کو انتہائی غربت زدہ لوگوں کے بڑے بڑے فرقوں پر نامستحکم اختیارات کو استعمال کرنے کی کھلی ڈھیل دی گئی ہے۔ صوبہ جموں میں خصوصاً چھینی اور پونچھ میں جاگیرداری سسٹم ذلیل ترین غربت اور بڑی بے رحمانہ ہیم کا ترس آور منظر پیش کرتا ہے۔ گذشتہ برسوں میں صوبہ کشمیر کو چھوٹے

چھوٹے جاگیروں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ اور بانٹا جا رہا ہے۔ اور یہ جاگیریں منظور نظر اقلیت کو بخش دی گئیں۔ اس لئے جب ہر جگہ زمین کی اصلاحات کو زیر غور لانا ترقی کی ابتدائی ضرورت تصور کی جاتی ہے۔ تو اس ریاست میں جاگیرداری سسٹم کو اس کے نقائص کی موجودگی میں بھی عملاً وسعت دی جا رہی ہے۔ جب کوئی انسان ریاست کی بڑی بڑی وادیوں میں جاتا ہے۔ وہ اس کے دلفریب پہاڑوں اور وادیوں سے مسحور ہو جاتا ہے لیکن اس اثنا میں لوگوں کی ذلت آمیز حالت کا مشاہدہ کرنے پر حیرانی کی انتہا نہیں رہتی۔ ریاست کی افواج تمام تر صوبہ جموں کے ایک خاص فرقہ سے مقرر کی جاتی ہیں۔ صوبہ کشمیر کے لوگ کیا مسلم کیا ہندو اگرچہ وہ صوبہ جموں میں ہی سکونت پذیر کیوں نہ ہوں۔ ان کو فوج میں بالکل بھرتی نہیں کیا جاتا۔ کشمیری چاہیں تو برٹش انڈین آرمی میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اور حقیقتاً وہ اس میں شامل ہوئے۔ اور امتیازات حاصل کی ہیں۔ لیکن ریاستی افواج کے قابل نہیں سمجھے جاتے۔ جہاں تک اسلحہ رکھنے کا تعلق ہے۔ اس سلسلہ میں بھی ایک خاص فرقہ کو حد انگیز حق دیا گیا ہے۔ اور باقی لوگوں کو اس قسم کی آزادی سے محروم رکھا گیا۔ ریاستی عوام کے ایک دوسرے فرقہ کے درمیان یہ امتیاز (جسکو مذہب کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں) روا رکھنے سے جموں و کشمیر کی بڑی آبادی کو اسلحہ رکھنے کی آزادی نہیں۔ یہی چیز ریاستی باشندگان کے ایک بہت بڑی جماعت کیلئے خدشات اور شبہات پیدا کرنے کی صریح شہادت ہے۔ یہ ایک شرمناک بات ہے۔ جو بری طرح محسوس کی جا رہی ہے۔ اور جو ریاست کی پالیسی کو لوگوں کی بہت بڑی اکثریت کی تحقیر کا باعث بنی ہے۔

۹۔ ریاست وسیع اور فائدہ مند قدرتی پیداوار کی مالک ہے لیکن یہ تمام عوامی ضروریات کو پورا اور ان کی غربت کو دور کرنے میں ناکام رہی۔ دراصل عوام کی بھلائی کیلئے ان پیداوار کو ترقی دینے کی غرض سے ظاہراً طور کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ اور کشمیر اس متحرک زمانہ میں برابر ساکت وصامت چلا آ رہا ہے۔ بلکہ مفلوک الحالی میں مبتلا ہے۔ اس کا موجب صرف انسانی مختاری کی ناکامی اور نظام حکومت کی مطلق العنانی ہے۔ اس کا علاج صرف جمہور کے ان نمایندوں سے ہو سکتا ہے۔ جو ان کی فوری بہبود کی خاطر منصوبہ بندیوں اور ترقیوں کے کام کی ذمہ واری اپنے اوپر لے سکتے ہیں۔ کوئی ریاست عوام کو ایجاداتی اور اختراعی اقدام کرنے کے لئے ان کو تعلیم وتربیت دینے کے بغیر جمہور کی زندگی کا معیار بڑھانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ریاست میں صرف چھ فیصد آبادی خواندہ ہے۔ بالائی تعلیم کا فیصد ایک ہے۔ ایک شخص کی سالانہ اوسط آمدنی گیارہ روپیہ ہے۔ بذات خود یہ اس حکومت کی ساخت اور سسٹم پر صاف تنقید ہے جس حکومت کو "کشمیر چھوڑ دو" کے نعرہ سے خطاب کیا گیا ہے۔

۱۰۔ وزرائے اعظم جلدی جلدی یکے بعد دیگرے تبدیل ہوتے گئے۔ مگر کشمیر بدستور اپنی حالت پر قائم رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی ذلیل قسمت نے ہمارا خوبصورت ملک اپنے کمینہ چنگل میں بند کر دیا ہے۔ اور اس کو اس دلدل سے باہر نکلنے سے روک لیا ہے جس میں کہ یہ ڈوبا جا رہا تھا۔ جنگ شروع ہوئی۔ دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا لیکن کشمیر اسی زمانہ کی مثال پیش کرتا رہا۔ جب وقت بھی خاموش تھا۔ اور ساعت بھی بیکار پڑے تھے۔ سوائے اس

وقت کے جب کشمیر پستی کی طرف جا رہا تھا۔ سنہ ۱۹۴۲ء اور سنہ ۱۹۴۳ء کے واقعات نے اپنی اندرونی گھبراہٹوں کی طرف رجوع کرنے ... کو حرکت میں لایا۔ جو بہت حد تک کشمیری عوام پر بھی اثر انداز ہوئے۔ ہندوستان کے باقی حصوں کی طرح یہاں بھی سیاسی بیداری عروج کی نئی منازل پر پہنچ گئی۔ اور ناقابل برداشت مایوسی کے احساس نے لوگوں کو گھیر لیا۔ وہ اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکے کیونکہ جنگی مشکلات اور سختیوں سے بڑھتی گئی۔ ان سے یہ نہ ہو سکا کہ وہ ان ناقابل برداشت حالات کو بدل سکیں۔ کیونکہ ان کے لئے ایسی تبدیلی کا دروازہ بالکل بند تھا۔

۱۱۔ موجودہ پرائم منسٹر نے اختیارات کا قلمدان سنبھالا۔ اور عوام کو اجنبی قرار دینے کی نئی اور تباہ کن پالیسی بروئے کار لائی گئی۔ عوامی منسٹر کی پوزیشن کو ناقابل برداشت بنایا گیا۔ اس نے مجبوراً استعفےٰ پیش کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا۔ فوراً بعد ایک خفیہ سازش کے نتیجہ کے طور پر نیشنل کانفرنس کے ایک رکن کو ریاستی افسران مجاز نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور اس کو راتوں رات ہز ہائینس کے رائج کردہ قاعدہ اور دستور کی خلاف ورزی کرتے ہوئے منسٹر مقرر کیا گیا۔ اس اچانک واقعہ سے عوام کو ایک بڑا شاق گذرا۔ اور وہ محسوس کرنے لگے کہ ہز ہائینس ایک ایسے چھوٹے فرقہ کے زیر اثر آ گیا۔ جو اس کے حاشیہ نشینوں میں شامل ہے۔ اور جس نے ایک اقدام کرنے پر تیار کیا۔ جو ریاست کے ایک غیر جانبدار سردار سے متوقع نہ تھا۔

۱۲۔ وزیر اعظم کی پالیسی کا واحد مقصد عوامی تحریک جیسا کہ نیشنل کانفرنس سے

صورت زیادہ دو بھر غربت اور مفلسی بھی ناقابل برداشت ہو گئی۔

غالباً ظاہر ہے کو دبانا تھا۔ کیونکہ یہی ایک بڑی تنظیم عوام کی سیاسی اور اقتصادی تبدیلیوں کا مطالبہ کرنے کے لئے مستحکم اور موثر آواز تھی۔ ہمارے پاس ثبوت ہے کہ وزیر اعظم نے عنان وزارت ہاتھ میں لینے کے فوراً بعد اس پالیسی پر عمل کرنا شروع کیا ہے۔ جو اس نے بیان کی۔ ۲۰ مئی کے فوراً بعد ہی ایک اخباری نامہ نگار کے سامنے بیان دیتے ہوئے اس نے کہا کہ :۔

"ہم گیارہ ماہ سے اس کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرتے آئے ہیں۔ اور اب ہم چیلنج قبول کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ہماری پالیسی میں کسی قسم کا پس و پیش یا تزلزل نہیں ہوگا۔ اور اس میں کوئی کمزوری نہیں آئیگی۔ ہم سنگ دلی کے ساتھ اس پر قائم ہیں۔ اس کے لئے ہم اظہار تاسف نہیں کریں گے"۔ کافی مقام حیرت ہے کہ وزیر اعظم گیارہ ماہ قبل میری تقاریر کے اثرات یا "کشمیر چھوڑ دو" نعرہ کی گونج کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ان تقریروں سے قبل ہی تمام وادی میں ملٹری کے مکمل انتظامات کئے گئے تھے۔ اور مزید برآں وزیر اعظم کے احکام کے مطابق ملٹری کے تین دستے (یونٹ) ہوائی جہازوں کے ذریعہ کشمیر لائے گئے۔ پہلے ہی منصوبہ بندیاں ہوئی تھیں۔ گورنر کشمیر کا بیان ہے "ہم نے ملٹری اور پولیس کی امداد سے قبل از وقت منصوبہ باندھا تھا۔ ہم جانتے تھے کہ ان دونوں طاقتوں کے مشترکہ استعمال سے ہی حالات پر قابو پایا جاسکتا تھا۔ اس اشتراک نے اچھا کام کیا۔ اور اچھے نتائج برآمد کئے۔ خرابی پھیلنے سے پیشتر ہی سخت اقدامات میں میرا یقین رکھنا حق بجانب ثابت ہوا"۔

۱۳۔ یہ انہی گیارہ ماہ کی تیاریاں اور کاروائیاں ہیں۔ جو ۲۰ مئی سے پیدا شدہ واقعات کیلئے براہ راست ذمہ دار ہیں۔ کسی کی چند تقریریں یا ہجوم کی طرف سے کچھ نعرے بلند کرنا ان

کی وجہ نہیں ٹھہر سکتی۔ یہ ایک طنز بے تعلقی ہے کہ تقریر کے نقائص و فوائد کو زیر بحث لایا جائے اور ریاست کشمیر کے نظام حکومت کی ان مسلمہ اور خاص کاروائیوں کو نظر انداز کیا جائے جو لا مدی طور پر تازہ رونما شدہ واقعات کی رہبری کر رہے تھے۔ یا رہبری کی غرض سے عمل میں لائی گئی تھیں۔ ۲۰ مئی کے بعد وزیر اعظم کی "بے رحمی" انتہائی درجہ کو پہنچ گئی جب مرد اور عورتیں فوجی سپاہیوں کے ذریعہ موت کے گھاٹ اُتاری گئیں۔ عورتوں کی بےحرمتی کی گئی۔ لوگوں کو سڑکوں پر پیٹ کے بل چلنے یا ایک ٹانگ سے کودنے اور پگڑیوں سے سڑکیں صاف کرنے پر مجبور کیا گیا۔ عبادت گاہوں کی توہین کی گئی۔ اور ہمارے تمام لوگوں کو خوفناک طریقوں سے دہشت زدہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ وزیر اعظم کی گیارہ ماہی "بیرحمی" کی زیادتیوں اور ملٹری اور پولیس کے اشتراک کے ضمن میں تمام سوچ و بچار نے پھل لایا۔ (۱۴) کچھ ایسے الزامات تراشے گئے ہیں کہ "کشمیر چھوڑ دو" اور "معاہدہ امرتسر کی تنسیخ" کا مطالبہ فرقہ پرستوں یا کمیونسٹوں کی تلقین ہے۔ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ اور میں اس سے انکار کرتے ہوئے الزامات کی تردید کرتا ہوں نیشنل کانفرنس لازمی طور ایک قومی تنظیم ہے۔ اور اس میں تمام ایسے لوگ شامل ہیں۔ جو اس کے نصب العین کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں۔ اور آل انڈیا اسٹیٹس پیوپلز کانفرنس سے تعاون کر رہی ہے۔ جس کے ساتھ یہ ملحق ہے۔ یہ تمام ہندوستان کی آزادی اور خود مختاری کے شامل حال ہے۔ یہ مجلسی اور اقتصادی تبدیلیوں کے بھی حق میں ہے۔ تاکہ مراعات ختم ہوں۔ اور عوام الناس کی بہتری پیدا ہو جائے۔

(١٥) یہ ایک معمولی بات ہے کہ مجھے قید و بند میں رکھا گیا۔ میرے خلاف مقدمہ چلایا گیا۔ اور مجھے قصوروار ٹھہرایا گیا۔ لیکن یہ کوئی چھوٹا معاملہ نہیں کہ جموں و کشمیر کے لوگ افلاس۔ بے عزتی اور ذلت کے شکار ہوں۔ یہ بھی کوئی فروگذاشت نہیں کہ وہ گذشتہ دو ماہ سے زائد عرصہ کے دوران میں تشدد انگیز دباؤ اور دہشت برداشت کرتے آئے ہیں۔ اور جس کا کہ وہ ابھی تک برابر سامنا کر رہے ہیں۔ انہی واقعات نے ہمارے مطالبہ "کشمیر چھوڑ دو" کی پکار کو مبنی بر انصاف ظاہر کیا ہے۔ ایک ایسا نظام حکومت جس کا انحصار صرف انہی متذکرہ طریقوں پر قائم ہو۔ وہ سراسر قابل مذمت ہے۔ اگر میری اور میرے رفقاء کار کی قید و بند اس مقصد کو پورا کرتا ہے جس کیلئے ہم نے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں۔ تو ہمارے لئے یہی ٹھیک ہے۔ اور اس طرح لوگوں اور آبائی وطن کی خدمت کرنے میں ہم فخر محسوس کرتے رہیں گے۔ کشمیر اپنی خوبصورتی اور قدیم روایات جو اس سرزمین میں بسنے والے انسانوں کی مشترکہ جائداد ہے کی بدولت ہمیں پیارا ہے۔ لیکن مستقبل ہے۔ جو ہمیں پکار رہا ہے۔ اور جس کیلئے ہم اپنی محنت کرتے ہیں ایک ایسا مستقبل جو سب کا ورثہ ہوگا۔ اور جسمیں ہم بحیثیت آزاد مرد اور عورتیں اپنے خوابوں کا "نیا کشمیر" تعمیر کریں گے۔ جس کا جسمانی الحاق باقی ہندوستان کے ساتھ ہوگا۔ تب ہی ہم اس سرزمین کے لائق ہیں جس میں ہم اپنی بود و باش رکھتے ہیں۔"

تمام شد بیان شیخ محمد عبداللہ

باہتمام صدرالدین پرنٹر پبلشر کلفنٹ پریس سرینگر میں چھپ کر شائع ہوا۔